حالتِ نشہ کی طلاق

—————— مولانا ولی اللہ مجید قاسمی

شریعت وقانون کا مخاطب عقل مند اور با شعور انسان ہی ہوتا ہے، شعور وآگہی سے محروم شخص احکام شرعیہ کا مخاطب نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ وہ عقل سے محروم ہونے کی وجہ سے حیوانات کے زمرے میں آجاتا ہے۔ شراب نوشی کی وجہ سے بھی انسان وقتی طور پر ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ شراب پینے والا اپنے ارادہ واختیار سے ایک ایسی چیز کو استعمال کر کے پاگل بنا ہے جس کا استعمال شرعًا ممنوع ہے۔ تو کیا زوالِ عقل کو دیکھتے ہوئے ایسے شخص کو پاگل کے زمرے میں رکھ کر حالتِ نشہ تک غیر مکلف سمجھا جائے اور اس حالت میں اس کی طلاق کو واقع نہ قرار دیا جائے، یا ارادہ واختیار ہوتے ہوئے ممنوع چیز کو استعمال کرنے کی وجہ سے بطورِ سزا اس کی طلاق کو واقع قرار دیا جائے؟ بعض فقہاء کے پیش نظر پہلی بات ہے جس کی وجہ سے وہ حالتِ نشہ کی طلاق کو واقع قرار نہیں دیتے ہیں، اس کے برخلاف بعض دوسرے فقہاء بطورِ سزا اس کی طلاق کو نافذ قرار دیتے ہیں۔

اس کی تفصیل میں جانے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ نشہ کی حقیقت کیا ہے؟ اور کس کیفیت پر نشہ کا اطلاق ہوگا۔؟

نشہ کی حقیقت

کس طرح کی کیفیت کو نشہ کہا جائے گا؟ اس سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ ہے کہ ایسا کیف ووجد کہ اس کی وجہ سے انسان زمین وآسمان میں فرق نہ کر سکے، نشہ کہلائے گا۔ امام مالکؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، ابویوسفؒ، اور امام محمدؒ کہتے ہیں کہ عقل پر سرور کا

کا اس درجہ غلبہ ہو جائے کہ بے معنی بات کرنے لگے تو اس کیفیت کو نشہ کہا جائے گا۔ عام طور پر فقہاء حنفیہ نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔[1] کیونکہ قرآن حکیم نے نشہ ختم ہونے کی علامت یہی بتلائی کہ اس میں بات سمجھنے کی صلاحیت آجائے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب بات سمجھنے کی صلاحیت ختم ہو جائے تو اسے نشہ کہا جائے گا۔ فرمان خداوندی ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا	اے ایمان والو! حالت نشہ میں نماز
تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنتُمْ	کے پاس مت جاؤ۔ یہاں تک کہ تم سمجھنے
سُكَارَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ (النساء: ۴۳)	لگو کہ منہ سے کیا کہتے ہو۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ وہ کہا کرتے تھے کہ جس پر شراب پینے کا الزام ہے اس سے قرآن پڑھنے کے لیے کہو یا اس کی چادر کو دوسری چادروں میں ڈال دو اگر وہ قرآن پڑھ لیتا ہے یا اپنی چادر پہچان لیتا ہے تو اسے چھوڑ دو اور اگر ایسا نہیں کرپاتا ہے تو اس پر حد جاری کرو۔[2] اسی طرح حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جب شرابی نشہ میں آتا ہے تو مہمل بات کرنے لگتا ہے۔[3]

فقہاء کے اقوال

تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ نشہ آور شی کے بغیر عقل زائل ہو جائے تو اس حالت کی طلاق واقع نہیں ہوگی جیسے دوا، یا کسی جائز پھل کے شربت پینے کی وجہ سے نشہ طاری ہو جائے تو طلاق واقع نہیں ہوگی، ایسے ہی لاعلمی اور انجانے میں شراب یا کوئی دوسری نشہ آور چیز استعمال کر لینے کی وجہ سے عقل زائل ہو جائے تو بھی طلاق واقع نہیں ہوگی، یہی حکم اس وقت بھی ہے جب کسی کو زبردستی شراب پلادی گئی ہو۔[4] لیکن اگر کوئی شخص بالقصد اور بے ضرورت نشہ آور چیز

---

[1] ردالمحتار: ۴/۴۴۴
[2] مصنف عبدالرزاق: ۹/۲۲۹
[3] السنن الکبریٰ للبیہقی: ۸/۳۲۰ [4] المغنی: ۱۰/۳۷۵ مسئلہ ۱۲۵۲

پی لیتا یا کھالیتا ہے[۱] تو اس کی طلاق کے سلسلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔ صحابہ میں حضرات عمرؓ، علیؓ، معاویہؓ، ابن عباسؓ اور تابعین میں سعید بن المسیبؒ عطاؒ، مجاہدؒ، حسن بصریؒ، ابن سیرینؒ، شعبیؒ اور نخعیؒ کے نزدیک ایسے شخص کی طلاق واقع ہو جائے گی۔ امام ابو حنیفہؒ، مالکؒ، ثوریؒ اور اوزاعیؒ کا بھی یہی رجحان ہے، امام شافعیؒ کا ایک قول یہی ہے اور ابن حجر عسقلانیؒ کے بقول شافعی فقہاء نے اسی کو صحیح قرار دیا ہے[۲] امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ بھی اسی کے قائل ہیں اور امام احمدؒ سے بھی ایک رائے اسی کے مطابق منقول ہے، حنبلی فقہاء میں ابو بکر خلالؒ اور قاضیؒ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

حضرت عثمانؓ، عمر بن عبد العزیزؒ، قاسمؒ، طاؤسؒ، ربیعہؒ اور یحییٰؒ انصاری کے نزدیک حالتِ نشہ میں طلاق واقع نہ ہوگی، مشہور محدث اور فقیہ امام لیث بن سعد مصریؒ اور اسحاق بن راہویہؒ کا یہی مسلک ہے اور امام شافعیؒ اور احمد بن حنبلؒ سے ایک قول اسی کے مطابق منقول ہے، جیسے حنبلی فقیہ ابو بکر بن عبد العزیزؒ نے ترجیح دی ہے۔ داؤد ظاہریؒ، ابن حزمؒ اور علامہ ابن قیمؒ کا یہی رجحان ہے۔ حنفی فقہاء میں امام طحاویؒ اور ابو الحسن کرخیؒ اور شافعی علماء میں امام شافعیؒ کے مشہور و ممتاز شاگرد امام مزنیؒ اسی کے قائل ہیں[۳]

قائلین کے دلائل

جو حضرات حالتِ نشہ کی طلاق کو درست قرار دیتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں:۔

۱۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

کل الطلاق جائز الا طلاق — ہر شخص کی طلاق درست ہے سوائے

---

[۱] شراب ہی کے حکم میں افیون اور بھنگ بھی ہے، دیکھئے رد المحتار: ۴/۴۴۵-۴۴۶

[۲] فتح الباری: ۹/۳۹۱

[۳] دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۳۷، ۳۹، المغنی ۱۰/۳۴۶، ۳۴۷، زاد المعاد ۵/۲۱۰-۲۱۱، فتح الباری ۹/۳۹۱۔

المعتوہ المغلوب علی عقلہ[1] مغلوب العقل آدمی کے۔

اس حدیث میں ہر مکلف انسان کی طلاق کو واقع قرار دیا گیا ہے، صرف پاگل کا استثناء کیا گیا ہے، لہٰذا اس کے عموم میں نشہ کی طلاق بھی شامل ہوگی۔

۲۔ نقل کیا جاتا ہے کہ ایک عورت چھری لے کر اپنے شوہر کے سینے پر سوار ہوگئی اور کہا کہ طلاق دیدو ورنہ مار ڈالوں گی۔ شوہر نے جبر اور دباؤ کی وجہ سے مجبور ہو کر اسے طلاق دیدی، بعد میں معاملہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو آپؐ نے فرمایا لا قیلولۃ فی الطلاق (طلاق کے معاملہ کو واپس نہیں لیا جا سکتا ہے[2])

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ثلاث جدّھن جد وھزلھن جدّ: الطلاق و النکاح والرجعۃ

تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کی حقیقت تو حقیقت ہے ہی، مذاق بھی حقیقت ہے۔ وہ ہیں: نکاح، طلاق اور رجعت۔

امام ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے۔ اس کے راوی قابلِ اعتماد ہیں، صرف ایک راوی عبدالرحمٰن بن حبیب پر بعض لوگوں نے کلام کیا ہے، اس لیے حدیث ضعیف ہے، لیکن چونکہ اس طرح کی حدیث بعض دیگر راویوں نیز متعدد صحابہ کرام سے منقول ہے، گرچہ ان کی سندوں میں بھی کچھ ضعف ہے، اس لیے حدیث درجۂ حسن میں آجاتی ہے۔ اسی کے پیش نظر امام ترمذیؒ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے[3]۔

اس روایت میں کہا گیا ہے کہ مذاق میں بھی طلاق ہو جاتی ہے حالانکہ مذاق میں

---

[1] سنن ترمذی، ابواب الطلاق، باب ما جاء فی طلاق المعتوہ، امام ترمذی نے اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ حدیث عطاء بن عجلان کے واسطے سے ہم کو پہونچی ہے اور وہ "ذاہب الحدیث" ہے، امام ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں کہ "وہو ضعیف جدا" اور ابن معین اور فلاس وغیرہ نے اسے جھوٹا قرار دیا ہے۔ البتہ حضرت علی کے قول کی حیثیت سے یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ صحیح ہے "کل الطلاق جائز الا طلاق المعتوہ" دیکھئے ارواء الغلیل ۱۱۰/۷

[2] سنن سعید بن منصور: ۲۷۵/۱

[3] دیکھئے نصب الرایہ: ۲۹۴/۳، نیز ارواء الغلیل ۲۲۴/۶، ۲۲۷

طلاق دینے والا طلاق کا لفظ بولتا ہے مگر حقیقی مفہوم مراد نہیں لیتا ہے۔ یہی صورت حالتِ نشہ کے طلاق کی ہے کہ وہ طلاق کا تلفظ کرتا ہے مگر اس کا ارادہ نہیں کرتا ہے۔

۴۔ شراب کی وجہ سے مدہوش کو حد قذف کے مسئلے میں صحابہ کرام نے باشعور کی طرح قرار دیا اور اسی بنیاد پر اتفاق رائے سے شرابی کو اسّی کوڑے لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔ چنانچہ ابن وبرہ کلبی سے روایت ہے کہ حضرت خالدؓ نے انھیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیجا، مسجد میں ان سے ملاقات ہوئی، اس وقت ان کے پاس حضرات عثمانؓ، علی عبدالرحمٰن، طلحہ اور حضرت زبیر وغیرہ (رضی اللہ عنہم) تشریف فرما تھے، میں نے ان سے کہا کہ حضرت خالدؓ نے کہلا بھیجا ہے کہ "[illegible]ب کی سزا کو معمولی اور ہلکی سمجھ کر بکثرت شراب پی رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ لوگ تمہارے سامنے موجود ہیں ان سے پوچھو کہ روک تھام کی کیا تدبیر کی جائے حضرت علیؓ نے فرمایا نراہ اذا سکر ھذیٰ و اذا ھذیٰ افتریٰ وعلی المفتری ثمانون (میرا خیال ہے کہ شراب پی کر آدمی مہمل باتیں بکنے لگتا ہے اور اس میں کسی پر تہمت بھی لگا دیتا ہے اور تہمت لگانے کی سزا اسّی کوڑے ہیں) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انھوں نے جو سزا تجویز کی ہے اپنے ساتھی کو اس کی اطلاع کر دو۔"

امام دارقطنیؒ نے اس کی روایت کی ہے[1] اور ان کے واسطے سے علامہ بیہقیؒ نے "سننِ کبریٰ" میں نقل کیا ہے[2]۔ حدیث کی سند عمدہ ہے، اس کے راوی قابلِ اعتماد ہیں۔ صرف ایک راوی ابو وبرہ کلبی کے متعلق شیخ البانیؒ کہتے ہیں کہ مجھے ان کے متعلق معلوم نہیں ہے[3]۔ لیکن اس طرح کی روایت حضرت عکرمہ کے حوالے سے امام نسائیؒ، عبدالرزاقؒ، اور امام طحاویؒ وغیرہ نے صحیح سند کے ساتھ نقل کی ہے، اس لیے لائقِ حجت ہے[4]۔

---

[1] سنن دارقطنی: ۴/ ۳۵۷

[2] السنن الکبریٰ: ۸/ ۳۲۰

[3] الارواء: ۷/ ۱۱۱

[4] مصنّف عبدالرزاق: ۷/ ۳۷۸ حدیث ۱۳۵۴۲، السنن الکبریٰ ۸/ ۳۲۱، اعلاء السنن ۱۱/ ۶۴۰
۴۲۳

۵۔ ایک شخص نے حالتِ نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی، معاملہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ انھوں نے چار عورتوں کی گواہی کی روشنی میں طلاق کو واقع قرار دیا، ابن ابی شیبہؒ[1] اور بیہقیؒ[2] وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے اور اس کے راوی ثقہ اور قابلِ اعتماد ہیں[3]۔

۶۔ حضرت علی کا قول فیصل ہے کہ کل 'طلاق جائز الا طلاق المعتوہ' (پاگل کے علاوہ ہر شخص کی طلاق درست ہے۔)

امام عبدالرزاقؒ[4] اور بیہقیؒ[5] وغیرہ نے اس کی روایت کی ہے، امام بخاری نے تعلیقاً اسے نقل کیا ہے[6] اور سند کی حیثیت سے روایت بالکل بے غبار ہے۔ اس کے تمام راوی صحیح حدیث کے راوی ہیں[7]۔

۷۔ حضرت سعید بن المسیبؒ سے منقول ہے کہ حضرت معاویہؓ نے حالتِ نشہ کی طلاق کو واقع قرار دیا (اجاز طلاق السکران)[8]

رجا بن حیوۃ کہتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان نے حضرت معاویہؓ کی ایک تحریر ہمارے سامنے پڑھی جس میں لکھا ہوا تھا کہ ان کل احد طلق امرأته جائز الا لمجنون (جو بھی اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو اس کی طلاق درست ہے سوائے

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ : ۳۸/۵

[2] سنن کبریٰ ۳۵۹/۷

[3] حاشیہ زاد المعاد : ۲۱۲/۵، تحقیق شعیب ارنؤوط، عبدالقادر ارنؤوط

[4] مصنف عبدالرزاق : ۴۰۹/۶

[5] السنن الکبریٰ : ۳۵۹/۷

[6] صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ والسکران والمجنون

[7] الارواء : ۱۱۱/۷

[8] ابن حزمؒ نے اس کی روایت کی ہے، دیکھئے المحلیٰ : ۲۰۹/۱۰ اور اس کے راوی ثقہ ہیں حاشیہ زاد المعاد ۲۱۳/۵

مجنون کے۔[1]

۸۔ نشہ کی حالت میں بھی شرابی احکامِ شرعیہ کا مکلّف ہوا کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اس حالت میں فوت شدہ نماز کی قضا، لازم ہے، نیز کسی کو قتل کر دے تو بدلے میں قتل اور چوری کر لے تو بطورِ سزا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، کسی پر بدکاری کی تہمت لگائے تو حدِ قذف لگائی جاتی ہے، حالانکہ کسی پاگل پر یہ احکام جاری نہیں ہوتے ہیں اور جب حالتِ نشہ میں بھی احکامِ شرعیہ کا مکلف ہے تو اس کی طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔[2]

۹۔ بے ضرورت، جان بوجھ کر، برضا و رغبت نشہ کا استعمال شرعاً حرام ہے اور شریعت کی طرف سے اس پر ایک سزا مقرر ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ شراب کی وجہ سے جو اثرات پیدا ہوں ان کا بھی اعتبار کیا جائے، جیسے کہ کوئی شخص کسی کے جسم پر کوئی زخم لگا دے اور زخم سرایت کرنے کی وجہ سے جسم کا وہ حصہ بے کار ہو جائے تو وہ ماخوذ ہوگا، اور جسم کا جو حصہ ضائع ہوا ہے اس کے اعتبار سے بدلہ لیا جائے گا، مثلاً ایک انگلی کاٹ دینے کی وجہ سے پورا ہاتھ بے کار ہو جائے تو کاٹنے والے سے پورے ہاتھ کا تاوان لیا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ناجائز کام سے جو اثر مرتب ہوتا ہے اس کا بھی اعتبار کیا جاتا ہے، اس کے برخلاف اگر چوری کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا اور اس کی وجہ سے پورا ہاتھ بے کار ہو جائے تو کاٹنے والے پر کوئی تاوان نہیں ہے، کیونکہ ہاتھ کاٹنا اس کے لیے جائز تھا، لہٰذا سرایت کی وجہ سے اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔[3]

مانعین کے دلائل

جو حضرات حالتِ نشہ کی طلاق کو واقع قرار نہیں دیتے ہیں ان کے دلائل یہ ہیں:۔

---

[1] سنن کبریٰ: ۷/۳۵۹، شیخ البانی نے کہا کہ اس کی سند امام بخاری و مسلم کے معیار اور شرط کے مطابق ہے۔ الارواء: ۷/۱۱۲

[2] دیکھئے المغنی: ۱۰/۳۴۷، البدائع ۳/۱۵۹ [3] حاشیہ ردالمحتار: ۴/۴۴۶ تحقیق عادل احمد، علی محمد۔

۱۔ احکامِ شرعیہ کا مکلف اور پابند بنانے کا دارومدار عقل وشعور پر ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

رُفع القلم عن ثلاثة عن النائم حتی یستیقظ وعن الصبیّ حتی یشبّ، وعن المعتوہ حتی یعقل، اخرجہ ابوداؤد وابن ماجہ و الترمذی وقال حدیث حسن[۱]	تین طرح کے لوگوں پر کوئی دار وگیر نہیں ہے: سونے والے پر یہاں تک کہ بیدار ہوجائے، بچے پر یہاں تک کہ بالغ ہوجائے، پاگل پر یہاں تک کہ اس سے افاقہ ہوجائے۔

پاگل کی طرح شرابی بھی عقل وخرد سے عاری ہوجاتا ہے لہٰذا وہ احکامِ شرعیہ کا پابند نہیں ہے، اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا، اس لیے اس کی طلاق واقع نہ ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ماعزؓ بدکاری میں ملوث ہوجانے کے بعد خوفِ خداوندی اور خشیت کی وجہ سے بارگاہِ نبوت میں آکر اپنی غلطی کا خود ہی اعتراف اور اقرار کرتے ہیں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: کیا تو پاگل ہے؟ تجھ پر جنون کا دورہ تو نہیں پڑتا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں۔ فرمایا: کیا شراب پی کر آیا ہے؟ کہا نہیں، مجلس میں موجود ایک صاحب اٹھے اور جاکر دیکھا کہ منہ سے شراب کی بو تو نہیں آرہی ہے، سونگھنے پر شراب کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوا تو ان پر شرعی سزا نافذ کردی گئی۔[۲]

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ سوال کرنا کہ کیا تو نے شراب پی ہے؟ اس بات کی دلیل ہے کہ شرابی کے قول و اقرار کا کوئی اعتبار نہیں ہے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو پھر یہ دریافت کرنے کے کوئی معنی نہیں رہ جائیں گے۔

۲۔ علماء کا اتفاق ہے کہ احکامِ شرعیہ کا پابند بنانے کے لیے عقل وشعور شرط ہے اور عقل وشعور زائل ہوجانے کے بعد کوئی انسان شریعت کے احکام کا مکلّف نہیں رہتا، خواہ عقل وشعور کا زوال کسی قدرتی آفت کی وجہ سے ہو یا کسی اختیاری معصیت کی وجہ سے

---

[۱] المغنی: ۲/۵۰ مسئلہ ۱۱۹، کتاب الصلوٰۃ، امام حاکم نے کہا ہے کہ حدیث امام مسلمؒ کے معیار کے مطابق ہے، علامہ ذہبیؒ نے حاکمؒ کی تائید کی ہے۔ المستدرک ۲/۵۹

[۲] صحیح بخاری، کتاب الطلاق باب الطلاق فی الاغلاق والکرہ، صحیح مسلم، کتاب الحدود باب حد الزنا۔

جیسے اگر کوئی جان بوجھ کر پاگل بننے کے ارادہ سے کسی چیز سے اپنا سر ٹکرا دے اور اس کے نتیجے میں پاگل ہو جائے تو بہ اتفاق شرعی احکام کا وہ مکلف نہیں رہ جاتا ہے[1]۔ اور ایسے پاگل کی طلاق بہ اتفاق واقع نہیں ہوگی، حالانکہ وہ اختیاری معصیت کی وجہ سے پاگل بنا ہے۔

۳۔ حضرت عثمان غنیؓ سے منقول ہے کہ جنون اور حالتِ نشہ کی طلاق کا اعتبار نہیں ہے۔

امام بخاریؒ نے سند کے بغیر اس کی روایت کی ہے مگر مصنّف ابن ابی شیبہ میں یہ روایت مکمل سند کے ساتھ موجود ہے[2]۔ اور سند صحیح ہے، امام بیہقیؒ نے بھی اسے نقل کیا ہے اور اس کی سند کے متعلق علامہ البانیؒ نے کہا ہے کہ یہ امام بخاری و مسلم کے شرط کے مطابق ہے[3]۔ اس روایت کے متعلق امام احمد بن حنبلؒ کہا کرتے تھے:

حدیث عثمان ارفع شئ فیہ، وھو اصح یعنی من حدیث علیؓ	حضرت عثمانؓ کی روایت اس مسئلہ میں بلند تر روایت ہے اور حضرت علیؓ کی روایت سے اسنادی حیثیت سے زیادہ صحیح ہے۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ ہے کہ طلاق السکران والمستکرہ لیس بجائز (حالتِ نشہ اور اکراہ کی طلاق درست نہیں ہے۔)

امام بخاریؒ نے سند کے بغیر صیغہ جزم کے ساتھ اسے نقل کیا ہے جو ان کے نزدیک صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ ابن ابی شیبہ نے سند کے ساتھ اس کی روایت کی ہے، اس کے راوی قابلِ اعتماد ہیں[5]۔

واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے بعض روایتوں میں حالتِ نشہ کی طلاق کا اعتبار منقول ہے، اور اسی کے اعتبار سے ہم نے ان کا نام قائلین کی کی فہرست میں لکھا ہے۔ لیکن علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ ابن عباس کی طرف اس رائے کی نسبت سند کی حیثیت سے درست نہیں ہے[6]۔

---

[1] المغنی: ۱۰/۳۴۸ — [2] فتح الباری: ۹/۳۹۱ — [3] ارواء الغلیل: ۷/۱۱۲
[4] المغنی: ۱۰/۳۴۷ — [5] الارواء: ۷/۱۱۳ — [6] حوالۂ مذکور: ۷/۱۱۴

۵۔ بے خیالی یا مجبوری میں شراب پینے کی وجہ سے عقل زائل ہو جائے تو طلاق کا اعتبار نہیں کیا جاتا ہے، ایسے ہی پاگل، بے ہوش اور بچے کی طلاق بھی واقع نہیں ہوتی ہے، کیونکہ یہ عقل و خرد سے عاری ہیں، اس پر قیاس کا تقاضا ہے کہ بالقصد شراب پینے کی وجہ سے عقل زائل ہو جائے تو اس حالت میں بھی طلاق کا اعتبار نہ کیا جائے۔

دلائل کا ایک جائزہ

دونوں طرف کے دلائل دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسئلہ سے متعلق کوئی آیت اور صریح و صحیح حدیث موجود نہیں ہے، چنانچہ قائلین کی طرف سے پیش کردہ پہلی حدیث حد درجہ ضعیف ہے جس کی طرف حاشیہ میں کچھ اشارہ کیا جا چکا ہے اور اس طرح کی حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلہ کی دوسری روایت بھی کافی ضعیف اور کمزور ہے، چنانچہ اس کے ایک راوی صفوان بن عمرو کے ضعف پر اکثر محدثین کا اتفاق ہے۔ ان کے متعلق امام بخاریؒ کا خیال ہے کہ "حدیثہ منکر لایتابع علیہ" دوسرے راوی غازی بن جبلہ پر بھی کلام کیا گیا ہے۔ تیسرے راوی "بقیہ" ہیں جن کا ضعف بڑا مشہور ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ "تدلیس" کے عادی ہیں [۱]

تیسری حدیث اسنادی حیثیت سے درجۂ حسن میں آجاتی ہے۔ لیکن یہ اور اس سے پہلے مذکور دونوں حدیثیں اپنے موضوع پر صریح نہیں ہیں، کیونکہ ان کا تقاضا تو یہ ہے کہ جائز ذریعہ سے نشہ کی حالت میں اور پاگل کی طلاق بھی واقع ہو جائے، حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں ہے۔ اس لیے لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ حدیث میں وہ طلاق مراد ہے جو مکلّف انسان اپنے ارادہ و اختیار سے انجام دے۔

چوتھی روایت اسنادی حیثیت سے بے غبار ہے۔ ابن حزمؒ کا اسے نادرست قرار دینا ان کی شدت پسندی ہے جسے کوئی حقیقت پسند قبول نہیں کر سکتا ہے، البتہ

---

[۱] زاد المعاد : ۵/۲۰۸

مفہوم کے اعتبار سے اسے صریح قرار دینا مشکل ہے۔

حضرت عمرؓ اور علیؓ کا اثر بھی ثابت شدہ ہے، البتہ حضرت علیؓ کے اثر کے عموم سے معلوم ہوتا ہے کہ پاگل کے سوا ہر شخص کی طلاق واقع ہو جاتی ہے خواہ وہ نابالغ ہی کیوں نہ ہو، حالانکہ تمام فقہاء کے نزدیک نابالغ کی طلاق کا اعتبار نہیں ہے، اس لیے اس روایت کی تاویل کرنے کی ضرورت ہوگی، علامہ ظفر احمد عثمانی نے اس کی تاویل کرتے ہوئے کہا ہے کہ "ہر طلاق" سے مراد ہر بالغ شخص کی طلاق ہے، لہٰذا نابالغ اس کے عموم میں شامل نہیں ہے[1] یہ ایک عمدہ تاویل ہے، روایت کے الفاظ میں اس کی گنجائش ہے، مگر مسئلہ یہ ہے کہ حضرت علی نابالغ کی طلاق کے قائل ہیں، ان کا یہ نقطۂ نظر بڑا مشہور ہے اور انھوں نے اپنے اسی خیال کے پس منظر میں یہ بات کہی ہے چنانچہ مکمل روایت یہ ہے:

اکتموا الصبیان النکاح	بچوں سے نکاح کو پوشیدہ رکھو، کیونکہ
فان کل طلاق جائز الا	ہر طلاق واقع ہو جاتی ہے سوائے پاگل کی
طلاق المعتوہ[2]	طلاق کے۔

اس لیے مذکورہ تاویل "تاویل القول بمالا یرضی بہ القائل" کے قبیل سے ہوگی۔

حضرت معاویہؓ کا قول سند کی حیثیت سے صحیح بھی ہے اور صریح بھی۔

رہا یہ خیال کہ شرابی حالتِ نشہ میں احکام شرعیہ کا مکلف ہوا کرتا ہے، اس وجہ سے فوت شدہ نمازوں کی قضاء لازم ہے تو اس خیال سے اتفاق دشوار ہے، کیونکہ بالاتفاق احکام شرعیہ کا مکلف ہونے کے لیے "عقل" شرط ہے اور یہ شرابی میں مفقود ہے۔ اور اگر اس حالت میں بھی مکلف قرار دیا جائے تو پھر مجبوری اور لاعلمی کی وجہ سے شراب پینے والے کی طلاق کا بھی اعتبار ہونا چاہیے۔ رہا نماز کی قضاء کا مسئلہ تو بہ اتفاق سونے والے پر نماز کی قضاء ہے حالانکہ وہ اس حالت میں احکام شرعیہ کا مکلف نہیں ہوتا ہے[3]

---

[1] اعلاء السنن: ١١/١٧٦ [2] معرفۃ الآثار والسنن: ١١/٧٧

[3] زاد المعاد: ٥/٢١٢، فتح الباری ٩/٣٩١

دوسرے یہ کہ حالتِ نشہ کے قول وفعل میں فرق ہونا چاہیے، کہ اس کے اقوال کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے، کیونکہ اس سے کوئی مفسدہ پیدا نہیں ہوگا، البتہ اس کے افعال کا اعتبار ہونا چاہیے، کیونکہ افعال کے وقوع کے بعد اس کو غیر معتبر قرار دینے میں بڑا ضرر ہوگا۔ لہٰذا خرید وفروخت اور اقرار طلاق[1] کی طرح حالتِ نشہ کی طلاق کا بھی اعتبار نہیں ہونا چاہیے اور حالتِ نشہ کے قتل اور چوری کا اعتبار ہونا چاہیے، کیونکہ ان افعال کو لغو قرار دینے میں بڑا ضرر ہوگا، جیسا کہ بہ اتفاق مجنوں اور بچے کے قول کا اعتبار نہیں ہے، مگر فعل مثلاً قتل اور چوری کی وجہ سے تاوان واجب ہے۔ آٹھویں دلیل کے سلسلہ میں عرض ہے کہ اس اصول کے مطابق تو اگر کوئی شخص خودکشی کے ارادے سے اپنے آپ کو ہلاک کرنے کی کوشش کرے، لیکن کوشش کامیاب نہ ہو اور جان تو بچ جائے مگر عقل سے ہاتھ دھو بیٹھے، یا کسی مسلمان سے لڑائی کی اور اس لڑائی میں چوٹ کی وجہ سے دماغی توازن کھو بیٹھے اور اسی پاگل پن کی حالت میں بیوی کو طلاق دے دے تو کیا اس طلاق کا اعتبار کیا جائے گا؟ مذکورہ اصول کے مطابق چونکہ ایک ناجائز کام کا اثر اور نتیجہ ہے لہٰذا اس کا اعتبار ہونا چاہیے حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں ہے۔

مانعین کی طرف سے حضرت ماعزؓ کی جو روایت پیش کی گئی ہے وہ صحیح تو ہے مگر صریح نہیں ہے، کیونکہ اقرارِ طلاق اور وقوعِ طلاق میں بڑا فرق ہے، ایک خبر ہے تو دوسرا انشاء، حضرت ماعزؓ کے واقعہ میں اقرار ہے اور مانعین بھی حالتِ نشہ کے اقرارِ طلاق کا اعتبار نہیں کرتے ہیں اور یہاں اقرارِ طلاق سے نہیں بلکہ ایقاعِ طلاق کی بحث چل رہی ہے۔

اس کے سوا جو دلائل ہیں ان تمام کا حاصل یہ ہے کہ احکامِ شرعیہ کی پابندی کے لیے عقل وشعور ہونا شرط ہے۔ یہ بڑی قوی دلیل ہے۔ اسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

غرض یہ کہ موضوع سے متعلق کسی بھی فریق کے پاس صراحتاً قرآنی آیت یا صحیح اور صریح حدیث موجود نہیں ہے، بلکہ مسئلہ کا تمام تر دارومدار آثارِ صحابہ اور قیاس پر

---

[1] واضح رہے کہ جو لوگ حالتِ نشہ کی طلاق کو واقع قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک بھی حالتِ نشہ کی خرید وفروخت درست ہے نہ حالتِ نشہ کے اقرارِ طلاق کا اعتبار ہے۔

ہے، لیکن آثارِ صحابہ میں بھی اختلاف ہے۔ ایک طرف حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے فتاوے اور فیصلے ہیں، تو دوسری طرف حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا فتویٰ اور طرزِ عمل ہے، بلکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جس وقت یہ بات کہی صحابہ میں سے کسی نے ان کی مخالفت نہیں کی۔ گویا کہ اس پر ایک طرح سے اجماع ہے چنانچہ ابن المنذر کہتے ہیں:

هٰذا ثابت عن عثمان	یہ حضرت عثمانؓ سے ثابت ہے۔
ولا نعلم احدًا من الصحابة خالفه[1]	ہمارے علم میں نہیں ہے کہ صحابہ میں سے کسی نے اس سے اختلاف کیا ہو۔

اور جو لوگ حالتِ نشہ کی طلاق کو واقع قرار دیتے ہیں ان کے پیش نظر بنیادی طور پر یہ ہے کہ حالتِ نشہ کی طلاق شراب نوشی کے سدِّباب کے لیے بہت مؤثر ہے، یہ ایک طرح سے شوہر کے لیے دوہری سزا ہے۔ لہٰذا اس حالت کی طلاق کو واقع قرار دینے ہی میں مصلحت ہے۔ یہ ایک معقول اور مناسب بات ہے۔ یقیناً اس سے شراب نوشی میں کمی ہوگی، لیکن ایسے ماحول اور معاشرہ میں جہاں نکاح کے خرچ کی ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہو، تلک اور جہیز کا رواج نہ ہو، مطلقہ عورتوں کے دوسرے نکاح کے لیے کوئی پیچیدگی نہ ہو، بلکہ شوہر دیدہ عورتوں کی شادی بھی کنواری عورتوں کی طرح عام ہو، یقیناً ایسے معاشرہ میں طلاق شوہر کے لیے ایک سزا ہے کیونکہ ایک کثیر مہر دے کر جس عورت کو وہ حبالۂ عقد میں لے آیا ہے اس سے محروم ہو جائے گا، نیز دوسری شادی کا مزید خرچ برداشت کرنا پڑے گا۔ لیکن ہندوستان کے پس منظر میں جہاں جہیز نہ دے سکنے کی وجہ سے لڑکیاں زندگی بھر کنواری رہ جاتی ہیں، ہندو رسم و رواج کے اثر سے طلاق یافتہ عورت سے نکاح کو معیوب سمجھا جاتا ہے، شراب نوشی پر کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ قانوناً اس کی اجازت ہے، ایسے معاشرہ میں طلاق مرد کے بجائے عورت کے لیے سزا بن جاتی ہے۔ عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ مرد تو دوسرے ہی دن نئی شادی رچا لیتا ہے اور عورت زندگی بھر ناکردہ گناہ کی سزا کاٹتی رہتی ہے، اس لیے ایسے ماحول میں طلاق واقع نہ قرار دینا ہی زیادہ مناسب ہے، اس لیے کہ مسئلہ دلائل کے قوی یا کمزور ہونے کا نہیں ہے کیونکہ دلائل ہر ایک کے پاس ہیں اور ایسے دلائل ہیں کہ انھیں بالکل رد نہیں کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ قابلِ غور بات حالات و زمانہ کی تبدیلی ہے کہ آج کے معاشرہ میں نشہ اور سکر کی حالت میں طلاق کا واقع قرار دینا تقاضائے مصلحت ہے یا نہیں؟ اس سے جو معاشرتی پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں ان کا کیا علاج ہے؟

[1] المغنی ۷/ ۳۴۷